سیرت ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن

اور بنات رسول اللہ ﷺ

پیش لفظ

اللہ کے فضل سے شعبہ اشاعت ناروے کو نیشنل صدر لجنہ محترمہ بلقیس اختر صاحبہ کے زیر نگرانی سیرت ازواج مطہراتؓ اور بنات النبی ﷺ پر کتابچہ شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

اس سے قبل یہ مضامین اردو اور نارویجن میں لجنہ ناروے کے سہ ماہی رسالہ زینب میں سلسلہ وار شائع ہو چکے ہیں۔

اس موقع پر خاکسار خاص طور پر معاونہ صدر واقفات نو محترمہ بینا امتہ الباسط چوہدری اور ان کی ٹیم کی مشکور ہے جہنوں نے اس سلسلہ میں بھرپور تعاون کیا۔

اردو مضامین کی تیاری اور تزئین و آرائش میں عزیزہ ندرت انور، محترمہ آصفہ کوکب، عزیزہ ضویا سمامہ شاہد اور محترمہ حافظہ طوبیٰ احمد نے بہت محنت سے کام کیا۔

سب کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔

نیشنل سیکرٹری اشاعت ناروے

منصورہ نصیر

فہرست مضامین

سیرت ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنھن

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا	1
حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا	4
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا	8
حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا	12
حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہا	17
حضرت امّ سلمیٰ رضی اللہ تعالی عنہا	20
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا	25
حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا	31
حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا	33
حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا	36
حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالی عنہا	41
حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا	44

سیرت بنات النّبی ﷺ

حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا	47
حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا	50
حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا	55
حضرت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا	57

امّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجۃ الکبریٰ پہلی مسلمان خاتون اور آنحضرت ﷺ کی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں۔ آپ کے والد محترم کا نام سردار خویلد تھا اور والدہ محترمہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت ہی پاک سیرت اور اچھے اخلاق والی تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے قبل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو مرتبہ شادی ہوئی تھی۔ پہلی شادی مکہ کے ایک شریف آدمی ابوہالہ سے ہوئی تھی جن سے آپ کے دو بیٹے تھے ہالہ اور ہندہ۔ ابوہالہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ابا نے آپ کی شادی ایک شریف نوجوان عتیق بن عائذ سے کر دی جن سے آپ کی بیٹی ہندہ تھی۔ الٰہی منشاء کے تحت کچھ سالوں بعد ہی عتیق کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس جدائی کے غم کے دوران ہی ایک جنگ چھڑ گئی جو حربِ فجّار کے نام سے مشہور ہے اور اس جنگ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد وفات پا گئے۔ اس رنج اور غم کی حالت میں انہیں تسلی دینے والا کوئی نہ تھا اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی توجہ بٹانے کے لیے اپنے والد کی تجارت میں حصہ لینے لگیں اور مختلف تجارتی قافلوں کو اپنا مال دے کر دوسرے ملکوں میں بھیجنا شروع کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذہانت کی وجہ سے تجارت میں خوب نفع ہونے لگا اور جلد ہی مکہ کی امیر ترین خواتین میں آپ کی گنتی ہونے لگی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دل کھول کر غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں میں اپنا مال تقسیم کیا کرتی تھیں۔ آپ کے اِسی خُلق کی وجہ سے مکہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طاہرہ یعنی پاک اور صاف عورت کے لقب سے جانی جاتی تھیں۔ انہی دنوں مکہ کے مشہور سردار ابوطالب اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ تجارت کے سلسلہ میں مختلف ملکوں میں جایا کرتے

تھے۔ حضرت محمد ﷺ مکہ میں صادق اور امین کے نام سے جانے جاتے تھے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک حضور ﷺ کی دیانت داری کی شہرت پہنچی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ ﷺ میرا تجارتی مال شام لے کر جائیں تو میں آپ کو باقی لوگوں کی نسبت دوگنا منافع دوں گی۔ حضور ﷺ نے ان کی یہ بات مان لی اور تجارتی مال لے کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک غلام میسرہ کے ساتھ شام روانہ ہوگئے۔ تجارتی مال بہت اچھے داموں میں فروخت ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اتنا زیادہ منافع حاصل ہوا جسے دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیران رہ گئیں۔ تجارت سے واپسی پر میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ کی امانت و دیانت کے بارہ میں بتایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی نیکیوں سے متاثر ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کی شرافت کا ذکر اپنی سہیلی نفیسہ سے کیا اور انہی کے ذریعہ حضور ﷺ کے گھر رشتہ کا پیغام بھجوایا۔ حضور ﷺ حضرت خدیجہ کے تقویٰ و طہارت سے بخوبی واقف تھے اس لئے آپ ﷺ نے اس شادی کے لیے رضامندی ظاہر کی۔ شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال اور حضرت محمد ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے استعمال فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیاں۔ آپ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ بہت گھبرا گئے تھے اور گھر پہنچتے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سارا واقعہ سنایا اور ساتھ میں کہا کہ مجھے اپنے بارہ میں ڈر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تسلی دیتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور وہ نیکیاں کرتے ہیں جو دوسرے لوگ چھوڑ چکے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والی پہلی خاتون تھیں۔ یہی نہیں آپ ﷺ کی آواز دوسروں تک پہنچانے کا کام بھی سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے ہی ادا کیا۔ اعلانِ رسالت کے بعد کفار نے آنحضرت ﷺ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ اس دردناک ماحول میں اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے اپنے بچوں اور محبوب ترین خاوند کی خدمت گزاری کا حق ادا کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے دین کی خدمت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ انہیں اسلام سے اور حضرت محمد ﷺ سے بہت محبت تھی اور اسی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاسے بہت محبت تھی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتاہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا، یا رسول اللہ، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آپ کے رب نے سلام بھیجاہے، جب وہ آئیں تو انہیں یہ سلام پہنچادیں۔ اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے بلند مقام کا بخوبی اندازہ ہو سکتاہے۔ چناچہ امام بن محمد بن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلامی امور میں آنحضرت ﷺ کی مخلص وزیر تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی بہت ہی پیاری بیوی جنہوں نے ہر مشکل میں آپ ﷺ کا بہت بہادری اور محبت سے ساتھ دیا اور آپ ﷺ کی خاطر ہر تکلیف خوشی سے برداشت کی اور ہر لمحہ آپ ﷺ کا حوصلہ بڑھایا۔

حضرت خدیجہؓ نے تقریباً 25سال کا عرصہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ گزارااور اپنی زندگی کے آخری سانس تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ وفا کرتے ہوئے بالآخر اس دنیاسے کوچ کر گئیں۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر65سال تھی۔ آپؓ کی تدفین خود آنحضرت ﷺ نے حجون کے قبرستان میں کی۔

امّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہاکے انتقال کے بعد حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور جنہیں آنحضرت ﷺ کی دوسری بیوی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہاکی والدہ کا نام شموس تھا۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنی لوئی سے تھا۔ اس قبیلہ میں سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف آپؓ کو حاصل ہوا۔ آپؓ کے ساتھ ساتھ آپؓ کے پہلے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ، سسرال اور میکے کے دوسرے افراد بھی ایمان لے آئے۔

حضرت سودہؓ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد سکران رضی اللہ عنہ بن عمرو سے ہوا تھا۔ ان سے آپ کا ایک بیٹا عبد الرحمٰن تھا۔ جب مکہ میں مشرکین کے ظلم و ستم کی کوئی انتہا نہ رہی تو مہاجرین کی ایک بڑی جماعت حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے آمادہ ہوئی۔ اس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہااور ان کے شوہر بھی شامل ہو گئے۔ حبشہ پہنچ کر مسلمانوں کو سکون نصیب ہوا۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی گو عیسائی تھا، مگر نیک اور خداترس تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو حبشہ میں امن ملا۔ کفارِ مکہ سے یہ برداشت نہ ہوا اور انہوں نے حبشہ میں یہ اطلاعات بھجوانی شروع کر دیں کہ اہلِ مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ محبت اور بھائی چارے کا سلوک کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ سن کر مسلمان اپنے ملک کی محبت میں کھنچے چلے آئے۔ ان واپس آنے والے مسلمانوں میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت سکرانؓ بھی تھے۔ مکہ واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد حضرت سکرانؓ کا انتقال ہو گیا۔ ابھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہاکے شوہر زندہ تھے جب آپؓ نے دو سچے خواب دیکھے۔ آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ آپؓ بستر پر لیٹی ہوئی ہیں کہ آسمان

پھٹا اور چاند ان پر آ گرا۔ آپؓ نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر حضرت سکرانؓ سے کیا تو انہوں نے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں عنقریب مر جاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد ﷺ کے نکاح میں آ جاؤ گی۔

ایک اور مرتبہ آپؓ نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر رکھ دیئے۔ اس خواب کے سننے کے بعد بھی حضرت سکرانؓ نے یہی فرمایا کہ میں مر جاؤں گا اور رسول اللہ ﷺ تم سے نکاح فرمائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے یہ خواب حرف بہ حرف پورا ہوا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے آنحضرت ﷺ نہایت پریشان و غمگین تھے۔ آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر آپؐ کے ایک صحابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کی بیوی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو شادی کرنے کا مشورہ دیا جس پر رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کس سے کروں۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ " آپ ﷺ چاہیں تو غیر شادی شدہ لڑکی بھی موجود ہے اور بیوہ عورت بھی۔" آپ ﷺ نے فرمایا "کون"۔ حضرت خولہؓ نے عرض کیا "ایک تو آپ ﷺ کے عزیز دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ ہے اور دوسری سودہ بنت زمعہ ہے۔" اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کے متعلق بات کرو۔

حضرت خولہؓ نے جب حضرت سودہؓ سے حضور ﷺ سے شادی کے متعلق بات کی تو آپؓ نے فرمایا: "میرا یہ نصیب! مجھے اور کیا چاہیے لیکن پہلے میرے والد سے بات کر لو۔" حضرت سودہؓ اور آپؓ کے والد کی رضامندی کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت سودہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت سودہؓ کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ رمضان کے مبارک مہینے میں ہوا جو آپؓ کے والد

محترم نے خود پڑھایا۔ نکاح کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر پچاس سال تھی اور حضرت سودہؓ کی عمر بھی پچاس سال ہی تھی۔

حضرت سودہؓ خوش مزاج اور زندہ دل خاتون تھیں۔ آپؓ میں حس مزاح بھی پائی جاتی تھی۔ ایک روز حضرت سودہؓ نے حضور ﷺ سے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کل رات میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نفلی نماز پڑھی تھی۔ آپ ﷺ دیر تک رکوع میں رہے۔ مجھے رکوع میں جھکے ہوئے محسوس ہوا کہ اب ناک سے نکسیر پھوٹ نکلے گی۔ میں نے اس اندیشے سے کہ کہیں خون کے قطرے نیچے گرنے نہ شروع ہو جائیں، اپنی ناک کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ آپ ﷺ یہ بات سن کر بے ساختہ ہنس پڑے۔

اطاعت و فرمانبرداری میں حضرت سودہؓ تمام ازواجِ مطہرات سے ممتاز تھیں۔ آپ ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقعہ پر ازواجِ مطہراتؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ "میرے بعد گھر میں بیٹھنا" چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس حکم پر اس سختی سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لیے بھی نہ نکلیں اور مدینہ میں ہی رہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے بعد حضرت سودہؓ نے سفر پر جانا بھی ترک کر دیا۔ آپؓ فرمایا کرتی تھیں کہ "میں نے حج بھی کر لیا ہے اور عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر لی ہے۔ اب میں اپنے گھر میں ہی رہوں گی جیسا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔"

آپؓ کو امّتِ مسلمہ کی اتنی فکر تھی کہ آپؓ اپنی ذات پر امّت کے فائدے کو ترجیح دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ میری باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزار لیا کریں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عمر کے اس دَور میں ہیں جب

حافظہ اچھا ہوتا ہے اور زیادہ وقت حضور ﷺ کی زیرِ تربیت گزاریں گی تو زیادہ علم سیکھ لیں گی جو امّت کے کام آئے گا۔

آپؓ بہت سخی، خوش اخلاق اور خوش مزاج تھیں۔ ایک دفعہ ازواجِ مطہرات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے سب سے پہلے کون مرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہوں گے۔" ازواج مطہرات نے اس کے ظاہری معنی لیے اور آپس میں ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ سب سے بڑا اور لمبا ہاتھ حضرت سودہؓ کا تھا لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے آپ ﷺ کی مراد سخاوت وفیاضی تھی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں مدینہ میں انتقال فرمایااور جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔

امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان خوش نصیب عورتوں میں سے ہیں جنہیں حضرت محمد ﷺ کی زوجہ محترمہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اور جن کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش ہجرت نبوی ﷺ سے آٹھ یا نو برس پہلے ہوئی۔ جس محلّہ میں آپ کی ولادت ہوئی اس کا نام منقلہ ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد محترم کا نام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا جنہیں آنحضرت ﷺ کے بعد پہلے خلیفہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس گھر میں آنکھ کھولی جو پہلے ہی اسلام کی روشنی سے منوّر ہو چکا تھا۔ اس دَور میں نہ سکول تھے نہ ہی کتابیں پھر بھی آپ کو علم سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ آپ ہمیشہ سچ بولتی تھیں اور اسی لیے آپ حمیرا اور صدیقہ کے نام سے جانی جاتی تھیں۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کے ظلم سے تنگ آکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ اس چھوٹی سی بچی کو ہجرت کے تمام واقعات بڑوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ یاد تھے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمائے۔ پس یہ کتنا ہی بڑا احسان ہے ورنہ ان باتوں کی تفصیل ہمیں کیوں کر معلوم ہوتی۔ آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح شوال کے مہینے میں ہوا تھا اور رخصتی بھی

چند سال بعد اسی مہینہ میں ہوئی تھی۔ اہلِ عرب جاہلیت کے زمانے میں اس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے کیونکہ اس مہینے میں طاعون پھیلا تھا جو ہزاروں لوگوں کی ہلاکت کا باعث بنا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی برکت سے ماہ شوال کی نحوست کا وہم لوگوں کے دلوں سے دور ہوا۔

باوجود اس کے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاصے مالدار تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح انتہائی سادگی سے ہوا۔ شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر تقریباً 15 سے 17 سال تھی۔ اس چھوٹی عمر میں شادی کی کئی حکمتیں تھیں کہ آپ ﷺ شروع سے ہی ان کی تربیت اپنی مرضی کے مطابق کر سکیں اور اسلام کی تعلیمات کو جلد اور آسانی کے ساتھ اچھی طرح سمجھ کر دوسروں کو سمجھا سکیں اور اس بڑی ذمہ داری کو اٹھا سکیں جو نبیوں کے سردار ﷺ کی بیوی ہونے کے لحاظ سے ان پر تھی۔ اس کے علاوہ کم عمر ہونے کی وجہ سے امید تھی کہ وہ لمبی عمر پائیں گی اور اس طرح انہیں مسلمان عورتوں میں درس و تدریس اور تبلیغ کا زیادہ موقعہ مل سکے گا۔

آپ ﷺ کی شادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اللہ تعالیٰ کی خاص مرضی سے ہوئی تھی۔ نکاح سے پہلے آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آپ ﷺ کے سامنے ایک ریشمی رومال پیش کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ "یہ آپ کی بیوی ہے"۔ آپ ﷺ رومال کھولتے ہیں تو اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ جب آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے تو کسی اور بیوی کے گھر سے کچھ کھانا تحفۃً آ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کھانا گرا دیا جس سے پیالی بھی ٹوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے اور اس پیالی کے

ٹکڑے اپنے ہاتھوں سے اکٹھے کیے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ اب ویسا ہی پیالہ اپنے گھر سے بھجواؤ جیسا تم نے توڑا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً اطاعت کی۔ اس واقعہ سے آنحضرت ﷺ کی تربیت کا پیارا انداز ملتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ میں ایک اور پہلو سامنے آتا ہے کہ یہ حدیث خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرما رہی ہیں اور یہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تقویٰ کا اعلیٰ معیار تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ بھی اعزاز حاصل ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری 8 دن اس دنیا میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں گزارے اور اسی حجرہ میں ہی آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا کہ "خدا یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگِ اُحد میں زخمیوں کو پانی پلاتی رہتی تھیں اور غزوۂ خندق میں جب مسلمان قلعہ میں بند تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زنانہ قلعہ سے نکل کر جنگ کی حالت دیکھتیں اور پہرہ دیتیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لیے پانچوں نمازیں، نماز تہجّد اور چاشت کی نماز پڑھا کرتیں۔ اکثر روزہ رکھا کرتی تھیں اور رمضان کے آخری عشرہ میں کبھی کبھی اعتکاف بھی بیٹھتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیرِ کبیر میں فرماتے ہیں:

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق تو یہاں تک ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مردوں کو رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں سنایا کرتی تھیں بلکہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود ایک لڑائی کی کمان بھی کی۔ غرض ان کو پوری عملی آزادی حاصل تھی۔ صرف اس امر کا ان کو حکم تھا کہ اپنے سر گردن اور منہ کے وہ حصے جو سر اور گردن کے ساتھ وابستہ ہیں ان کو ڈھانپے رکھیں تا کہ وہ راستے جو گناہ پیدا کرتے ہیں بند رہیں اور اگر اس سے زیادہ احتیاط کر سکیں تو نقاب اوڑھ لیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً 68 سال زندہ رہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس عشق محبت اور باریک نظر سے آنحضرت ﷺ کی زندگی کو دیکھا اور اس سے علم حاصل کیا کسی اور نے شاید ہی آپ ﷺ سے اتنا علم حاصل کیا ہو گا اور آپ ﷺ کی صحبت میں رہ کر آپ ﷺ سے تربیت پائی اور بہت بڑی تعداد میں احادیث بیان کیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بلند مقام کو ظاہر کرتی ہیں۔

امّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ والد بزرگوار کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: والدہ کا نام زینب بنت مظعونؓ تھا جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قریش کے معزّز قبیلہ بنی عدی سے تھا جس کو مکہ میں اہم مقام حاصل تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت تعمیر کعبہ کے وقت یعنی ۵ سال قبل از نبوت ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی نبوت کے شروع میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پانچ یا چھ سال تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دس سال کی عمر میں مسلمان ہوئیں۔

حضرت محمد ﷺ سے ان کی شادی کا قصہ بہت دلچسپ ہے۔ یہ واقعہ ہجرت کے تیسرے سال اور شعبان کے مہینہ کا ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جب پہلی شادی ہوئی اسوقت وہ صرف اٹھارہ سال کی تھیں۔ ان کے شوہر کا نام خنیس بن حذافہ تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی ۱۳ نبوی میں مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر جب ۲ ہجری میں جنگ بدر ہوئی تو خنیسؓ اس میں شامل تھے۔ وہ بہت مخلص صحابی تھے۔ جنگ بدر میں دشمن کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کو اپنے سینے پر روکتے رہے اور زخموں سے چُور ہو گئے۔ اسی حالت میں ان کو مدینہ واپس لایا گیا اور ان زخموں کی تاب نہ لا کر کچھ عرصہ بعد وہ

انتقال کر گئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی دوسری شادی کا خیال آیا تو ان کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آیا جو بہت نیک تھے۔ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا کہ بیٹی کا باپ جا کر خود کسی سے کہے کہ میری بیٹی سے شادی کر لو مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑا پیارا واقعہ ہونا تھا۔ ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنے دوست حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ میری بیٹی حفصہ اب بیوہ ہے، آپ پسند کریں تو اس سے شادی کر لیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس پر غور کروں گا۔ چند دن بعد ان سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رشتہ پر راضی نہیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا افسوس ہوا۔ وہ پھر سوچنے لگے کہ اب کس سے کہیں۔ انہیں ایک اور نیک شخص کا خیال آیا اور وہ حضرت عبد اللہ بن ابو قحافہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے معروف ہیں کے پاس گئے اور یہی سوال دہرایا کہ میری بیٹی بیوہ ہو گئی ہے اگر آپ پسند کریں تو اس سے شادی کر لیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑا افسوس ہوا۔

وہ غصّے اور ملال کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات بتائی آپ ﷺ نے ساری بات سنی اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا، عمر کچھ فکر نہ کرو۔ خدا کو منظور ہوا تو حفصہ کو عثمان و ابو بکر سے بہتر خاوند مل جائے گا اور عثمان کو حفصہ کی نسبت بہتر بیوی ملے گی۔

دراصل آنحضرت ﷺ یہ ارادہ فرما چکے تھے کہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کر لیں گے اور اپنی بیٹی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کریں

گے۔ آپ ﷺ نے اس بات کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رشتہ قبول نہ کیا بلکہ خاموشی اختیار کی۔

پھر آپ ﷺ نے خود ہی اپنی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے پیغام بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے تھا، انہوں نے نہایت ہی خوشی سے یہ رشتہ قبول کرنے کی اطلاع دی۔اس طرح شعبان 3 ہجری بمطابق فروری 625ء حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضور ﷺ کے نکاح میں آکر حرم نبوی ﷺ میں داخل ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر چار سو درہم مقرر ہوا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شادی کے وقت اندازاً 21 سال تھی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت ذہین، بہادر اور نڈر تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب شادی کے بعد آنحضرت ﷺ کے گھر آئیں تو آپ ﷺ کی دو بیویاں پہلے سے موجود تھیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عمر رسیدہ تھیں اور گھر میں بزرگ نگران کی حیثیت رکھتی تھیں جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کم عمر تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آپس میں بہت محبت ہو گئی۔ دونوں میں پیار کی وجہ یہ بھی تھی کہ دونوں آنحضور ﷺ کے قریبی دوستوں کی بیٹیاں تھیں۔ اہل بیت کے پڑھنے پڑھانے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام سب سے نمایاں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے زیادہ احادیث بیان فرمائی ہیں جب کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمت قرآن میں نمایاں ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعلیم کے لیے خاص انتظام فرمایا۔ آپ ﷺ کے کہنے پر حضرت شفاعت عبد اللہ عدویہ نے ان کو لکھنا سکھایا اور طب کا نسخہ بھی سکھایا۔ حضرت حفصہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا نزول وحی کے وقت بعض آیات لکھ لیتی تھیں۔ یہ اعزاز بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہے کہ جو قرآن پاک آنحضرت ﷺ لکھوایا کرتے تھے اس کی تختیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رکھوادی جاتیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت حفاظت اور پیار سے رکھتیں اور ساتھ حفظ بھی کر لیتیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت عبادت گزار تھیں۔ ایک دفعہ حضرت جبرائیل نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہارات کو عبادت کرتی ہیں اور دن کو روزہ رکھتی ہیں، وہ جنّت میں آپ ﷺ کی زوجہ ہیں۔

ایک دفعہ ایک سفر میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں آنحضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ سفر مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے ساتھ چلتے رہتے اور باتیں کرتے، اگر سوار ہونا ہوتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے اونٹ پر سوار ہو جاتے۔ ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میرا بھی دل کرتا ہے کہ حضور ﷺ میرے اونٹ کے ساتھ ساتھ چلیں اور مجھ سے باتیں کریں اور میرے اونٹ پر سوار ہوں اس لیے آج تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہامان گئیں اور اپنی سہیلی کی خواہش پوری کر دی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جب مؤذن صبح کی اذان کے لیے کھڑا ہوتا تو آپ ﷺ نماز فرض سے پہلے دو رکعتیں ہلکی سی پڑھ لیا کرتے تھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ساری زندگی بہت سادگی سے صوفیانہ انداز میں گزاری۔ قرآن مجید پڑھنا پڑھانہ آپ کا مشغلہ رہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دجّال اور اس کے ذکر سے بہت ڈرتی

تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا صدمہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بڑے صبر سے برداشت کیا اور لوگوں کو پر امن رہنے کی تلقین کرتی رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کچھ جائیداد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نگرانی میں دی تھی۔ وفات سے پہلے اپنے بھائی حضرت عبد اللہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ میرے بعد یہ جائیداد صدقہ کر دینا۔

آپؓ نے 63 سال کی عمر میں 5 شعبان 45 ہجری میں امیر معاویہ کے دور حکومت میں مدینہ میں وفات پائی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ تدفین میں شامل ہوئے۔ مروان بن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور ان کے لڑکوں عاصم، سالم، عبد اللہ اور حمزہ نے قبر میں اتارا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی اولاد یادگار نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قرب خاص سے نوازے۔ آمین اللھم آمین

امّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ایک ایسے معاشرے اور ماحول میں جنم لیا اور بڑے ہوئے جہاں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ وہ جانوروں سے بدتر سمجھی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو خاوند کی چھوڑی ہوئی جائیداد کے ساتھ ساتھ اس کی بیوی بھی ورثے میں تقسیم ہو جاتی تھی اور اسے یہ حق بھی حاصل نہ ہوتا کہ وہ دوبارہ اپنا گھر بسا سکے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے بیوگان سے شادی کر کے یہ مثال قائم کی کہ عورت کا یہ حق ہے کہ ایک خاوند کے فوت ہو جانے پر اگر وہ چاہے تو شادی کر کے اپنی باقی زندگی کو اطمینان وسکون سے گزار سکے۔ حضرت محمد ﷺ نے جن بیوگان سے نکاح کیا ان میں ایک حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد محترم کا نام خزیمہ بن عبد اللہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو "ہلالیہ" اور "عامریہ" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہلال بن عامر بن صعصعہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ مکہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی سے تیرہ سال پہلے ہوئی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا غرباء اور مساکین کا بہت خیال رکھتی تھیں اور انہیں دل کھول کر کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا "ام المساکین" کے لقب سے مشہور تھیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں۔ کمزوروں اور یتیموں کی خبر گیری کرتیں اور بہت ہی دریادلی سے ہر وقت ان کی مدد کو تیار رہتی تھیں۔

اکثر تاریخ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح عبیدہؓ بن الحارث سے ہوا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دوسرا نکاح حضرت عبد اللہ بن جحشؓ سے ہوا جو آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور اسلام کے عظیم مجاہد بھی تھے۔ حضرت عبد اللہ بن جحشؓ نے جنگ احد میں شہادت کا درجہ پایا۔ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے اپنے نکاح کا اختیار آنحضرت ﷺ کو دے دیا۔ یہ نکاح رمضان کے بابرکت مہینہ میں ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر بارہ یا ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مقرر کیا جو تقریباً چار سو درہم یا پانچ سو درہم کے برابر بتایا جاتا ہے۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 35 سال تھی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور شعب ابی طالب میں محصور ہونے والے مسلمانوں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے پہلے شوہر کے ساتھ قید رہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے نکاح میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد آئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے حجرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجروں کے ساتھ تعمیر کیا گیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت ﷺ کی لمبی رفاقت نصیب نہ ہوئی بلکہ شادی کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چند ماہ ہی زندہ رہیں اور ربیع الثانی کے مہینہ میں اپنے حقیقی مولا سے جا ملیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے دو نے آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پائی مگر یہ

اعزاز صرف حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ کو حاصل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور مغفرت کی دعا کی (اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے وقت نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی)۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ کی تدفین ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا "جنت البقیع" میں دفن ہوئیں۔ مدینہ میں وفات پانے والی ازواج مطہرات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلی خاتون تھیں۔

امّ المومنین حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ عنہا ایک حسین و جمیل اور باوقار خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند تھا اور یہ قریش کے معزز گھرانے مخزوم سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ابی امیّہ بن سہیل تھا اور آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر تھا۔ ان کا تعلق بنو فراس سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد مکہ کے دولتمند اور سخی شخص تھے جو اپنی سخاوت کی وجہ سے زادالراکب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ جب بھی کسی سفر میں جاتے تو سارے قافلے کا خرچ خود ہی اٹھاتے۔ حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے والدین کے گھر پیار و محبت میں پرورش پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مشہور صحابی اور اپنے چچازاد عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا لیکن وہ بھی اپنے نام سے زیادہ اپنی کنیت ابو سلمٰی سے مشہور ہوئے۔ ابو سلمیٰؓ کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل تھی کہ آپ نہ صرف آنحضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے بلکہ برد بنت عبد المطلب کے بیٹے ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔ جب رسول کریم ﷺ نے نبوت کا دعوی کیا، مکہ شرک و بت پرستی کا گھوارہ تھا۔ شراب عام تھی اور کوئی بڑی سے بڑی برائی بھی برائی نہیں بلکہ فخر سمجھی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے ان دونوں میاں بیوی کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی گویا یہ دونوں پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ یعنی آپ دونوں اس وقت ایمان لائے جب باقی لوگ اسلام کے متعلق شک میں پڑے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے قبیلے والے ان کے دشمن ہو گئے۔ جب آنحضرت ﷺ نے کفار مکہ کے مظالم دیکھے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اجازت دی کہ جو شخص اپنے دین اور جان کو بچانے

کے لیے ہجرت کرنا چاہے وہ حبشہ کی طرف ہجرت کرلے۔ چنانچہ ان دونوں میاں بیوی نے 5 نبوی کو سب سے پہلے حبشہ ہجرت کی۔ امّ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے کچھ عرصہ خاوند کے ساتھ مدینہ میں گزارا۔ یہاں خدا تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو ایک بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ حضرت ابو سلمٰیؓ ایک جانباز، بہادر سپاہی اور شہ سوار تھے۔ آپؓ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں آپؓ کا بازو ایک زہریلے تیر سے شدید زخمی ہو گیا۔ آپؓ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک دستے کا امیر بنا کر بھیجا۔ واپس آئے مگر وہ زخم دوبارہ بگڑ گیا اور اسی کے اثر سے 4 ہجری میں آپؓ نے وفات پائی۔ نزع کے وقت جب آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ابو سلمٰیؓ کے گھر پہنچے تو اپنے محبوب پر نظر پڑتے ہی روح پرواز کر گئی۔

آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے دست مبارک سے آپؓ کی آنکھیں بند کیں اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ ہائے غربت میں کیسی موت آئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا صبر کرو اور ان کی مغفرت کی دعا مانگو اور یہ کہو کہ خدایا ان سے بہتر ان کا جانشین عطا کر۔ حضرت ابو سلمٰیؓ کی زندگی کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے میاں سے کہا کہ مَیں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور اس کی وفات کے بعد عورت دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنت میں ان دونوں کو اکٹھا کر دے گا۔ اسی طرح اگر عورت کے فوت ہونے پر مرد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اسے اس بیوی کا ساتھ عطا فرمائے گا۔ کیوں نہ ہم عہد کریں کہ نہ آپ میرے بعد شادی کریں نہ میں آپ کی وفات کے بعد شادی کروں گی۔ یہ سن کر ابو سلمٰیؓ نے جواب دیا کہ کیا تم میری بات مانو گی۔ ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ہاں تو حضرت ابو سلمٰیؓ نے کہا کہ اگر مَیں پہلے مر جاؤں تو تم ضرور نکاح کر لینا۔ ساتھ ہی خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میرے بعد ام سلمٰی کو مجھ

سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اسے رنج پہنچائے نہ تکلیف دے۔ وفات کے وقت آنحضرت ﷺ نے بھی آپ رضی اللہ عنہا کو یہی دعا سکھلائی۔ اس دعا کا بہترین ثمرہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زوجیت کی شکل میں ملا۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں مَیں نے آنحضرت ﷺ کے کہنے پر دعا تو مانگی تھی مگر سوچتی تھی کہ ابو سلمیٰ سے بہتر کون ہو گا۔ جب حرم نبوی میں آنے کی سعادت ملی تب مجھے اس دعا کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ ابو سلمیٰؓ کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد خدا نے آپ رضی اللہ عنہا کو ایک بیٹی سے نوازا جس کا نام زینب رکھا گیا۔ عدت گزارنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی طرف سے شادی کا پیغام بھجوایا مگر آپ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کا پیغام لے کر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس سے زیادہ میری خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے لیکن مجھے چند عذر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں سخت غیرت مند ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ ﷺ کے مزاج کے خلاف کوئی بات مجھ سے نہ ہو جائے جو آپ ﷺ کو ناگوار ہو تو اس وجہ سے مجھ پر اللہ کا عتاب نہ آجائے اور میں بہت عمر رسیدہ ہو چکی ہوں اور میرے بچے بھی ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا جہاں تک تیری نازک مزاجی کا تعلق ہے سو اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے گا۔ رہا معاملہ عمر کا تو مَیں تجھ سے زیادہ عمر رسیدہ ہوں اور تیرا بچوں کے لیے فکر مند ہونا، تو وہ اب تیرے بچے نہیں بلکہ میرے بچے ہیں۔ حضرت امّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو اب کیا عذر ہو سکتا تھا۔ اپنے لڑکے جن کا نام عمر تھا سے کہا کہ اٹھو اور میرا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کرو۔ اس طرح شوال 4 ہجری کی آخری تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی صورت میں مجھے نعم البدل عطا فرمایا ہے۔ وہ ابو سلمیٰؓ سے ہر لحاظ سے افضل اور بہتر ہیں۔

آنحضور ﷺ کی طرف سے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو شادی پر ایک چکی، گھڑا اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی ملا۔ یہی سامان تھا جو آپ ﷺ کی باقی ازواج کو بھی ملا تھا۔ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ جن کا انتقال ہو چکا تھا کے حجرہ میں بیاہ کر آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی حضور ﷺ کے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جَو پیسے، مالیدہ بنایا اور رسالت مآب ﷺ نے تناول فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت حیادار تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ سب سے پہلے حضرت امّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے کیونکہ وہ ہم میں سب سے بڑی تھیں اور اختتام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضور سے باتیں کرتے رہے۔ ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا ان کو جانتی ہو؟ عرض کیا آپ ﷺ کے جانثار صحابی وحیہ کلبی تھے۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو وحیہ کلبی کے روپ میں تشریف لائے۔ اس طرح ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی بھی جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کی آخری بیماری کے دنوں کی بات ہے۔ ایک دفعہ حضرت امّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جو حبشہ سے ہو کر آئی تھیں وہاں کے عیسائی معبودوں یعنی گرجاگھروں کا اور ان کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا ہے تو اس کے مقبرے کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ قیامت کے روز خدائے عزوجل کی نگاہ میں یہ لوگ بد ترین مخلوق ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو

غزوۂ مریسیع، غزوۂ خیبر، فتح مکہ، صلح حدیبیہ، معرکۂ طائف اور غزوۂ حنین میں رسول کریم ﷺ کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت سخی اور فیاض تھیں۔ ضرورت مندوں، مسکینوں اور سائلوں کی حاجت پوری کرتی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں دوسری امہات المؤمنین کی طرح حضرت امّ سلمی رضی اللہ عنہا کا بھی بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس رقم کا پیشتر حصہ خدا کی راہ میں تقسیم کر دیتی تھیں۔

حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں وفات پانے والی خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے 84 سال عمر پائی۔ 63 ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی پھر جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ ان کے بیٹے حضرت عمرؓ نے حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا کو لحد میں اتارا۔

امّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:یٰنِسَآءَالنَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍمِّنَ النِّسَآءِ۔ یعنی اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح ہر گز نہیں ہو بلکہ تمہارا مقام بہت بلند ہے۔

(الاحزاب:33)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بیویاں بہت نیک اور پاک عورتیں تھیں۔ ان میں ہی امّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش بھی شامل تھیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان نیک بخت خواتین میں سے ایک تھیں جن کے ساتھ نکاح کا حکم خود خدا تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو دیا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلہ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں جو ایک باعزت خاندان تھا جنہیں خانہ کعبہ کی تولیّت بھی حاصل تھی۔ آپؓ کے والد کا نام جحش بن رباب تھا اور والدہ کا نام امیمہ تھا جو حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اور آنحضور ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں۔ اس طرح سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں۔ آپؓ کو یہ بھی اعزاز حاصل تھا کہ وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ یعنی پہلے ایمان لانے والے لوگوں میں شامل تھیں اور اسی طرح آپؓ اوّل دور میں اسلام لانے والی خاتون تھیں۔ جب شروع شروع میں مکہ کے نیک صفت لوگوں نے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا اور خدائے واحد کی عبادت

کرنے لگے تو یہ بات مکہ کے کافر سرداروں کو بہت بری لگی اور اس میں وہ اپنی بے عزتی محسوس کر رہے تھے کہ مکہ والے ان کی نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کی بات مان رہے ہیں اسی وجہ سے مکہ کے کافر مسلمانوں پر بہت ظلم کرنے لگے اور جب یہ ظلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش کا سارا خاندان بھی شامل تھا۔ حبشہ میں رہائش کے دوران مسلمانوں کو اپنے وطن کی یاد ہر وقت ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اپنے گھروں کو واپس جانے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ اس لیے جونہی انہوں نے یہ خبر سنی کہ مکہ کے حالات اب بہتر ہو گئے ہیں تو حضرت عبد اللہؓ بن جحش اپنے خاندان کو لے کر واپس مکہ آ گئے لیکن واپس آکر انہیں یہ دیکھ کر بہت دکھ اور مایوسی ہوئی کہ مکہ کے حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی تھی بلکہ اب مکہ میں حالات اتنے برے ہو گئے تھے کے اس شہر میں مسلمانوں کا رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے حکم اور اجازت سے حضرت عبد اللہؓ بن جحش نے اپنے سارے خاندان کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ پہنچتے ہی آپ ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوّت یعنی بھائی چارے کا رشتہ قائم کر کے ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ ساتھ غلام و آقا کے درمیان جو عرب میں فرق قائم تھا اسے ختم کر دیا اور فرمایا کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی بڑائی یا فوقیت حاصل نہیں، ہاں اللہ کے حکم سے بڑائی نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے ہے۔

آنحضور ﷺ نے یہ بات صرف اپنی زبان سے نہیں کہی بلکہ حقیقی رنگ میں خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا چنانچہ تقویٰ کو بنیاد بناتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش کو اپنے چہیتے غلام حضرت زیدؓ سے نکاح کا پیغام دیا۔ یہ وہی حضرت زیدؓ ہیں جن کو آنحضور ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بعض وجوہات سے یہ رشتہ پسند نہیں تھا اور آپؓ نے پیارے آقا ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا نفس اس بات پر راضی نہیں ہوتا لیکن آنحضور ﷺ اس نکاح میں بہتری سمجھتے تھے اور حقیقت میں اس نکاح سے آقا و غلام کا فرق مٹا کر اسلامی برابری کی تعلیم کی شروعات کرنا چاہتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیارے آقا ﷺ کی خواہش کا بہت احترام تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے رسول ﷺ کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے یہ آیت نازل کر دی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:37)

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو اپنے معاملہ میں ان کو فیصلہ کا اختیار باقی رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ بہت کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔"

جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدا کا یہ حکم سنا تو ان کو تو اب صرف اور صرف خدا اور اس کے رسول ﷺ کی خواہش کو پورا کرنے کی تمنا تھی اور ان کو اپنی خواہش سے زیادہ خدا اور

محبوب خدا ﷺ کی خواہش پیاری تھی۔ چنانچہ آپؓ نے رضامندی ظاہر کر دی اور پھر آنحضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زیدؓ نے اس شادی کو پوری دیانتداری سے نبھانے کی کوشش کی لیکن دونوں کے مزاج اور طبیعت میں بہت فرق تھا اور اس مزاج کے مختلف ہونے کی وجہ سے آئے دن دونوں میں اختلاف ہونے لگے یہاں تک کہ حضرت زیدؓ نے پیارے آقا ﷺ سے طلاق کی اجازت مانگی لیکن آنحضور ﷺ نے حضرت زیدؓ کو طلاق سے منع فرمایا اور آپؓ آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت کے سامنے سر جھکا کر گھر واپس آ گئے مگر اکھڑی ہوئی طبیعتوں کا ملنا مشکل تھا اور جو بات نہ بنی تھی نہ بنی اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت زیدؓ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی۔

طلاق کے بعد جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عدّت ختم ہو چکی تو ان کی شادی کے متعلق آنحضور ﷺ پر پھر وحی نازل ہوئی کہ آپ ﷺ انہیں خود اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس خدائی حکم میں تین حکمتیں تھیں؛ ایک تو یہ کہ اس طرح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلداری ہو جائے گی، دوسری یہ کہ طلاق یافتہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا مسلمانوں میں برا نہ سمجھا جائے گا اور تیسری حکمت یہ تھی کہ اگر آنحضرت ﷺ اپنے منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی سے شادی کر لیں گے تو اس بات کا مسلمانوں میں عملی اثر ہوگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور نہ اس پر حقیقی بیٹوں والے احکام جاری ہوتے ہیں۔ الغرض خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی کا فیصلہ فرمایا اور پھر حضرت زیدؓ کے ہاتھ ہی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شادی کا پیغام بھیجا۔ جب آپؓ کو شادی کا پیغام پہنچا تو آپؓ نے پہلے استخارہ کیا اور پھر استخارہ میں تسلی ہونے کے بعد ہاں کر دی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ شادی 5 ہجری کو ان کے بھائی ابو احمدؓ بن

جحش نے کی اور آنحضرت ﷺ نے 400 درہم ان کا مہر باندھا اور اس طرح یہ نیک بخت خاتون نبی کریم ﷺ کے حرم میں داخل ہو کر امّ المؤمنین کا لقب پا گئیں۔

شادی کے دوسرے دن پیارے آقا ﷺ نے ولیمہ کا اہتمام کیا اور اس دعوتِ ولیمہ کے موقع پر ہی اللہ تعالیٰ نے پردہ سے متعلق آیت نازل فرمائی۔ اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ یہ بنی تھی کہ لوگ ولیمے کا کھانا کھا کر وہیں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگ گئے اور کسی کو اٹھنے کا خیال ہی نہ آیا اور پیارے آقا ﷺ مروّت میں انہیں اٹھنے کے لیے نہیں کہتے تھے۔ اسی مکان میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی تھیں۔ جب بہت دیر ہو گئی اور حضور ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیات نازل کرتے ہوئے فرمایا: ”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے مگر اس طرح نہیں کہ اس کے پکنے کا انتظار کر رہے ہو لیکن (کھانا تیار ہونے پر) جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو اور جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور وہاں (بیٹھے) باتوں میں نہ لگے رہو۔ یہ (چیز) یقیناً نبی کے لیے تکلیف دہ ہے مگر وہ تم سے (اس کے اظہار پر) شرماتا ہے اور اللہ حق سے نہیں شرماتا۔ اور اگر تم اُن (ازواجِ نبی) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ (طرزِ عمل) ہے۔ اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے بعد کبھی اُس کی بیویوں (میں سے کسی) سے شادی کرو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔“

(الاحزاب:54)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیارے آقا ﷺ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور اس بات پر فخر کرتی تھیں کہ اللہ نے ان کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دیا ہے۔ آپ ﷺ کے نزدیک حضرت زینب

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بڑا بلند مرتبہ تھا۔ ہمارے پیارے آقا ﷺ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں نمازیں بھی ادا فرمایا کرتے تھے اور یہ ایک بہت بڑی برکت تھی جو آپؓ کو حاصل تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ آپؓ اپنے ہاتھوں سے ریشم کی اون بنا کر بیچتی تھیں اور اپنی ساری آمدنی سے غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات پوری کرتی تھیں اور اس طرح اپنی پوری کمائی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دریا دلی اور سخاوت کا اندازاہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے سب سے پہلے کون وفات پا کر آپ ﷺ سے جا ملے گی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے۔ پیارے آقا ﷺ کا لمبے ہاتھوں والی کہنے سے یہ مطلب تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر اپنا مال خرچ کرتی ہے اور اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ آپ ﷺ کا اشارہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے محبوب خاوند کی طرح یتیموں اور بیواؤں کی خدمت میں راحت پاتی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر مدینہ میں فقراء و مساکین میں سخت بے چینی پھیل گئی جس کا اظہار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں فرمایا کہ وہ نیک بخت بے مثل خاتون چلی گئیں اور یتیموں اور بیواؤں کو بے چین کر گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 53 سال کی عمر میں 20ھ میں وفات پائی۔ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ آپؓ کی تدفین جنّت البقیع میں ہوئی۔

امّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکّہ والوں کے بے حد ستانے پر آپ ﷺ نے مکّہ چھوڑ کر مدینہ میں رہنا شروع کر دیا۔ مدینہ والوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا مگر کچھ قبائل جو مدینہ کے ارد گرد رہتے تھے وہ آپ ﷺ کے بہت مخالف تھے۔ قبیلہ بنو مصطلق انہی مخالف قبیلوں میں سے ایک تھا۔ اس قبیلہ کے سردار کا نام حارث بن ابی ضرار تھا۔ اس شخص کو مسلمانوں سے بہت نفرت تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی بیٹی برّہ کا شوہر مسافع بن صفوان بھی مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا اور انہیں مدینے سے ختم کر دینے کی خواہش رکھتا تھا۔

جب اس قبیلہ نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو آپ ﷺ نے بھی مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ شعبان 5 ہجری کو مدینہ سے مسلمانوں کی فوج روانہ ہوئی۔ فوج کی روانگی کا سن کر قبیلہ بنو مصطلق کے سپہ سالار حارث بن ابی ضرار ڈر کے بھاگ گیا اور اس کی فوج بھی اِدھر اُدھر چلی گئی۔ باقی مخالفین اسلامی فوج کا مقابلہ نہ کر پائے اور جلد ہی انہوں نے شکست کھائی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ دشمنوں میں سے جو اس جنگ کے دوران مارے گئے ان میں حارث کا داماد مسافع بھی تھا اور جو جنگی قیدی بنے ان میں حارث کی بیٹی برّہ بھی تھی اور اس طرح وہ مالِ غنیمت کا حصہ بن گئی۔ مالِ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو اسلامی لشکر کا مقابلہ کرنے کے بعد بھاگ جانے اور شکست کھانے والے پیچھے چھوڑ جائیں۔ آپ ﷺ مالِ غنیمت جہاد میں حصّہ لینے والوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس تقسیم میں برّہ بنت حارث، حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں۔ برّہ سردار کی بیٹی تھیں اور غلامی

میں لونڈی بن کر رہنا انہیں پسند نہ آیا۔ اسلام میں یہ طریق ہے کہ اگر لونڈی یا غلام کچھ رقم ادا کر دیں اور مالک رضامند ہو جائے تو انہیں آزادی مل سکتی ہے اور اس کو مکاتبت کہتے ہیں۔ برّہ نے بھی اپنے مالک سے مکاتبت کی درخواست کی۔ حضرت ثابتؓ نے مکاتبت کی جو رقم مقرّر کی وہ برّہ کے پاس نہیں تھی اس لیے برّہ نے آپ ﷺ سے مدد کی درخواست کی۔ برّہ نے اتنے وقار سے اور اچھے انداز میں مدد کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل میں ڈالا کہ اگر اس سے شادی کر لیں تو قبیلہ بنو مصطلق سے ساری دشمنیاں ختم ہو کر اس قبیلہ میں اسلام پھیلنے کے سامان ہو سکتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے برّہ سے نکاح کے متعلق بات کی تو برّہ کو اپنا ایک خواب یاد آیا جو کئی برس پہلے انہوں نے دیکھا تھا کہ یثرب سے چلتا ہوا چاند ان کی آغوش میں آ گیا ہے۔ خواب کی تعبیر سامنے تھی، آپؓ نے رضامندی دے دی اور یہ بابرکت شادی ہو گئی۔ نکاح کے وقت حضرت جویریہؓ کی عمر 20 سال تھی۔ یہ نکاح 627ء میں ہوا۔ شادی کے بعد آپ ﷺ نے آپ کا نام جویریہ رکھ دیا۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے قبیلہ بنو مصطلق کے سارے جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا اور ان میں تیزی سے اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ آپ ﷺ کے ان سارے احسانات کی بدولت حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کرنے کا بہت جذبہ تھا۔ وہ اپنا اکثر وقت عبادت میں گزارتی تھیں۔ جب آپؓ کو علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے کو بہت پسند فرماتا ہے تو کثرت سے روزے رکھنے لگیں۔ آپؓ غریبوں کی بے حد ہمدرد تھیں۔ صدقہ اور خیرات کر کے انہیں سکون ملتا تھا۔ کسی کی مدد کا موقع مل جائے تو اسے اللہ کی نعمت خیال فرماتیں۔ آپؓ کو اپنے محبوب شوہر کا ساتھ صرف چھ سال میسر آیا۔ آپ ﷺ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہر وقت یاد آتے تھے۔ آپؓ سے 17 حدیثیں مروی ہیں۔ آپؓ نے ربیع الاوّل 50 ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت آپؓ کی عمر 65 سال تھی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔

امّ المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہونے کے ساتھ ساتھ "اوّل المسلمین" کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں۔ اوّل المسلمین کا مطلب ہے بالکل شروع میں اسلام لانے والے۔ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہانی کا آغاز اسلام کے آغاز کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ آپؓ اور آپؓ کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے اسلام اس وقت قبول کر لیا تھا جب کہ ابھی مسلمانوں کو انگلیوں پر گنا جاسکتا تھا۔ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری بڑی فضیلت یہ ہے کے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے وطن سے ہجرت کی۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے اور بہت ثواب دیتا ہے۔ اسلام لانے میں پہل، اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کرنا اور آپ ﷺ کا ساتھ ملنا، کتنے بڑے بڑے انعامات ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملے لیکن یہ بات سن کر حیرت ہوتی ہے کہ اتنی نیک خاتون اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان کی بیٹی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام پہلے رملہ تھا۔ عبید اللہ بن جحش سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمِّ حبیبہ کہلانے لگیں اور اسی نام سے مشہور ہو گئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ مکّہ میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی مگر یہ ان سے بیزار تھے اور سمجھتے تھے کہ پیدا کرنے والا معبود خدائے واحد ہے اس لیے جب اسلام کا پیغام سنا تو اپنی بیوی سمیت اسلام لے آئے۔

جب مکّہ والوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر حد سے زیادہ ظلم ہونے لگے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کو فرمایا۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں عبید اللہ بن جحش اور حضرت اُمِّ حبیبہ بھی شامل تھے۔ عبید اللہ کی بد قسمتی کہ کسی وجہ سے اس کا دل اسلام سے کھٹا ہو گیا اور وہ دین سے پھر گیا یعنی مرتد ہو گیا اور اسی حالت میں حبشہ میں وفات پائی۔

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سچی خوابیں دکھاتا تھا جس سے انہیں آئندہ ہونے والے واقعات کا اندازہ ہو جاتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش کا اسلام کو چھوڑنا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح ہونا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے وقت سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب کے ذریعے بتا دی تھیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام کی خاطر بہت دکھ اٹھائے۔ گھر میں ابو سفیان جیسے باپ کا سامنا، پھر وطن چھوڑنا، پردیس میں شوہر کا مرتد ہونا اور پھر بیوہ ہو جانا۔ اتنی مشکلات اٹھانے کے باوجود بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل کو ہمیشہ مضبوط رکھا۔ جب آنحضرت ﷺ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تکالیف کی خبر پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل میں ڈالا کہ یہ مظلوم عورت ایک سردار کی بیٹی ہے، سرداروں ہی کے قابل ہے، آپ ﷺ اسے سہارا دیں اور ان سے شادی کر کے گھر لے آئیں۔ آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محرّم سات ہجری بمطابق مئی 628ء کو نکاح کر لیا اور اس طرح دو قبائل کے درمیان کچھ حد تک دوستی قائم کر دی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم ﷺ کے ہر فرمان پر عمل کرنے میں خوشی محسوس کرتیں۔ ایک دفعہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص بارہ رکعت نفل روزانہ

پڑھے گا اس کے لیے جنّت میں گھر بنا دیا جائے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساری زندگی بارہ نفل روزانہ پڑھتی رہیں۔ جنّت میں گھر کا شوق پیدا ہونا اس نیک تربیت کا نتیجہ تھا جو آپ ﷺ اپنی بیویوں کی کرتے رہتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضور ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے 65 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 44 ہجری میں وفات پائی۔

امّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے ایک کامل نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا نبی بنا کر اس لیے مبعوث فرمایا تاکہ آپ ﷺ بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کریں۔ جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اتنا اعلیٰ وارفع مقام ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو بھی امّت کی مائیں قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عقد میں آنے والی تین ازواج غیر عربی تھیں جو بنی اسرائیل میں سے تھیں۔ ان میں سے ایک حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام زینب تھا۔ آپؓ قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ آپؓ کا نسب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے لاوی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد سے جاملتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد آپؓ صفیہ کے نام سے موسوم ہوئیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک امیر یہودی سردار گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کی پہلی شادی 18 سال کی عمر میں ہوئی مگر وہ دیرپا ثابت نہ ہوئی اور آپؓ کے شوہر نے آپؓ کو طلاق دے دی۔ آپؓ کی دوسری شادی محاصرہ خیبر سے کچھ عرصہ قبل ہوئی اور خیبر کی جنگ میں آپؓ کا خاوند مارا گیا۔ جب فتح خیبر کے موقع پر آپؓ اسیر ہوئیں اور آنحضرت ﷺ کے علم میں یہ بات آئی کہ قیدیوں میں یہود کی ایک شہزادی بھی شامل ہیں اور ان کا احترام ولحاظ یہودِ خیبر پر ایک اور احسان ہوگا جو ان کی دشمنی کم کرنے کا موجب بن سکتا ہے تو ایسے مشکل مرحلہ میں آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشاورت کی۔ چنانچہ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو یہود کی اس شہزادی سے

شادی کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے قومی مفاد میں ان کا یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے اپنے حرم میں شامل کر لیا اور غلامی سے آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ گراں قدر مہر بخوشی قبول کر لیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسول اکرم ﷺ سے شادی میں خدائی تحقیق کار فرما تھی جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شادی سے پہلے بذریعہ خواب دے دی تھی۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ میری آنکھ کے اوپر بہت گہرا نیلے یا سبز رنگ کا ایک نشان تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ یہ تمہیں کیا ہوا تھا؟ تب میں نے آپ ﷺ کو سارا قصہ سنایا کہ جب حضور ﷺ خیبر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ چودھویں کا چاند میری جھولی میں آ گرا ہے۔ میں نے اپنے خاوند کو یہ خواب سنائی تو اس نے بڑے زور سے مجھے ایک طمانچہ دے مارا اور کہا "کیا تم یثرب (مدینہ) کے بادشاہ سے شادی کرنا چاہتی ہو؟" دوسری روایت میں ذکر ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ خواب اپنے والد کو سنائی۔ اس میں سورج کے اپنے سینے پر گرنے کا ذکر کیا۔ والد نے ناراض ہو کر کہا کیا تم اس بادشاہ سے شادی کرنا چاہتی ہو جس نے ہمارا محاصرہ کر رکھا ہے۔

(المعجم الکبیر جلد 24 صفحہ 67)

بعد میں ہونے والے واقعات اور حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ چودھویں کے چاند یا سورج سے مراد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے جو مدینہ کے بادشاہ بن گئے تھے۔

جب نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ خیبر کے اسباب کی حقیقت کھول کر حضرت صفیہ کے سامنے بیان کی اور اس جنگ کے دوران ان کے عزیزوں کے ہلاک ہونے پر دلاسہ دیتے ہوئے دلی معذرت کی تو آپ ﷺ کے بارہ میں ان کا سینہ صاف ہو گیا۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ شروع میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر میرے لیے کوئی قابلِ نفرین وجود نہیں تھا مگر امر واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پہلی ملاقات میں ہی اتنی محبت اور شفقت کا سلوک میرے ساتھ روا رکھا اور اس قدر اصرار کے ساتھ مجھ سے اظہارِ عذر فرماتے رہے کہ اے صفیہ! تیرا باپ وہ تھا جو تمام عرب کو میرے خلاف کھینچ کر لایا اور اس نے یہ یہ کیا اور بالآخر ہمیں اپنے دفاع کے لیے مجبور کر دیا کہ ہم خیبر میں آکر اس کی ان سازشوں کے مقابلے پر جوابی کاروائی کریں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کثرت سے اور اتنی محبت اور شفقت کے ساتھ اس بات کا اعادہ کیا کہ میرا دل حضور ﷺ کے لئے بالکل صاف ہو گیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ پہلی مجلس سے ہی جب میں اٹھی ہوں تو آپ ﷺ سے زیادہ کوئی اور مجھے محبوب نہ تھا۔ آپ ﷺ ہی مجھے سب سے پیارے اور سب سے زیادہ عزیز تھے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کی یہ شفقتیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔ ایک دفعہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے مجھے یہ طعنہ دے دیا کہ تمہارا تعلق تو یہودی قبیلے سے ہے اور تم یہودیوں کی اولاد ہو۔ حضور ﷺ گھر تشریف لائے تو مجھے روتے دیکھ کر فرمایا کہ کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کی جن ازواج کا آپ کے خاندان یا قریش سے تعلق ہے وہ کہتی ہیں ہم قریش کے خاندان سے ہیں اور تم یہودیوں کی بیٹی ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے حیی کی بیٹی! اس میں رونے کی کون سی بات ہے۔ تمہیں ان کو یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ تم مجھ سے بہتر کس طرح

ہو سکتی ہو؟ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد ﷺ میرے شوہر ہیں یعنی میرا تو تین نبیوں سے تعلق بنتا ہے اور تم ایک نبی کا تعلق مجھ پر جتلا رہی ہو۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت عبادت گزار تھیں اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتی تھیں۔ آپؓ فرماتی تھیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے کھجور کی چار ہزار گٹھلیاں اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ ان پر میں تسبیح کیا کرتی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کس مقصد کے لیے ہیں؟ عرض کیا کہ حضور! میں ان کو گن گن کر ان پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر حضور ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ بجائے یوں گن گن کر تسبیح کرنے کے یہ پڑھا کرو سبحان اللہ عدد خلقہ کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اس کی سبوحیت اور اس کی پاکیزگی میں اتنا بیان کرتی ہوں جتنی خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب آنحضرت ﷺ اپنی وفات سے قبل سخت بیمار ہو گئے تو ازواج مطہرات آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھی حضور کی تیمارداری اور عیادت میں مصروف تھیں۔ اس دوران حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بے اختیار کہا اے اللہ کے نبی! میرا دل کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی یہ بیماری مجھے مل جائے اور اللہ آپ ﷺ کو شفا دے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ بات سن کر بعض ازواج نے ایک دوسرے کو طنزیہ اشارہ کیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب صافی کو جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ اپنی بات میں سچی ہے، گویا صدق دل سے مجھے چاہتی ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خلفائے راشدین سے بھی بہت اطاعت اور محبت کا تعلق تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب تھا تو آپؓ نے ایک لکڑی اپنے اور ان کے گھر کے درمیان بطور پل رکھ دی اور ایک ایسا رابطہ بحال کر لیا جس کے ذریعہ محاصرہ کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانے پینے کی ضروری چیزیں مہیّا فرماتی رہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات رمضان 50 ہجری میں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوئی۔ آپؓ جنت البقیع میں دیگر ازواج کے ساتھ دفن ہیں۔

امّ المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف سربراہانِ مملکت کو تبلیغی خطوط بھجوائے۔ ذوالقعدہ 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ مقوقس شاہِ مصر کو خط بھجوایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی بادشاہ کو یہ چوتھا خط تھا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ جب شاہِ مصر مقوقس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ملا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب مبارک کو سینے سے لگایا اور کہا کہ اس زمانہ میں ایک نبی نے ظاہر ہونا تھا جس کا ذکر ہم اللہ کی کتاب میں پاتے ہیں مگر میرا خیال تھا کہ وہ شام سے ظاہر ہو گا۔ پھر اس نے مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے ہوئے ہاتھی دانت کی ڈبیا میں رکھ کر اسے محفوظ کروایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی تبلیغ سن کر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو کہا کہ تم ایک دانا انسان ہو، جو ایک دانا انسان کا سفیر بن کر آئے ہو۔ میں نے اس کی تعلیم میں اعتدال پایا ہے۔ وہ ہرگز گمراہ جادوگر نہیں اور میں اس معاملہ پر مزید غور کروں گا۔ پھر اس نے اپنے جوابی خط میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ لکھا کہ میں آپ کے سفیر کے ساتھ عزّت سے پیش آیا ہوں اور اس کے ساتھ دو لڑکیاں بھجوا رہا ہوں جنہیں قبطی قوم میں بڑا درجہ حاصل ہے۔ یہ دونوں لڑکیاں آپس میں بہنیں تھیں۔ بعید نہیں کہ ان دونوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوانے کی ایک غرض مذکورہ علامتِ نبوت کی جانب بھی ہو۔ روایات کے مطابق یہ لڑکیاں جو پہلے عیسائی تھیں، دورانِ سفر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی تبلیغ سے متأثر ہو کر مسلمان ہو گئی تھیں۔ الغرض ان دونوں بہنوں کو خدمتِ اقدس میں بھجوانے سے شاہِ

مصر کے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رشتہ مصاہرت کرنے اور آپ ﷺ کی سچائی کی اس علامت سے جانچنے کا عندیہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نبی دونوں بہنوں کو اکٹھا نہیں کرے گا۔ رسول کریم ﷺ نے ان دونوں بہنوں میں سے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حرم میں داخل کیا اور دوسری بہن سیرین کا رشتہ حضرت حسانؓ بن ثابت سے کروا کر جہاں اسلامی اخوّت کی عظیم الشّان مثال قائم فرمائی، وہاں قرآنی حکم کے مطابق مقوقس کی بیان کردہ نشانی کی بھی تصدیق فرما دی کیونکہ اسلامی شریعت کے مطابق ایک شخص کا ایک ہی وقت میں دو بہنوں کو عقد میں جمع کرنا حرام ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ شاہِ مصر مقوقس کی قبطی قوم میں سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام شمعون تھا۔ والدہ رومی نژاد خاتون تھیں۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ماریہؓ کو اپنے حرم میں شامل کر کے انہیں باقاعدہ پردہ کروایا اور نو مسلم ہونے کے باعث ابتدائی دنوں میں خصوصیت سے ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں پہلے پہل اپنے پڑوس میں ہی حضرت حارثہؓ بن نعمان کے گھر پر رکھا، پھر انہیں نواح مدینہ میں کھجور کے ایک باغ میں ٹھہرایا، بعد میں نبی اکرم ﷺ نے یہ باغ جس کے بالاخانہ میں وہ قیام فرما رہی تھیں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیا۔ یہ بالاخانہ آج بھی مشربہ اُمِّ ابراہیم کے نام سے معروف ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی پاکیزہ محبت اور اعلیٰ تربیت کی برکت سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے اُمّ المؤمنین کا بلند مقام پایا۔ آپؓ جب صاحبزادہ ابراہیمؓ سے حاملہ ہوئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے کہا ”اے ابو ابراہیم آپ ﷺ پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ آپ کو ماریہؓ سے ایک لڑکا عطا کرنے والا ہے اور ارشاد ہے کہ آپ ﷺ اس کا نام ابراہیم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ بیٹا مبارک کرے اور دنیا و آخرت میں اسے آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے“۔ ذی الحجہ 8 ہجری

میں حضرت ماریہؓ کے بطن سے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ صاحبزادہ ابراہیمؓ کی ولادت سے تین سال قبل سورۃ الاحزاب کی آیت خاتم النبیّین میں یہ صراحت آچکی تھی کہ محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتم ہیں۔ اس میں یہ اشارہ بھی مضمر تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نرینہ اولاد میں سے کوئی بھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے گا۔اس بچے کی ولادت پر خوشی کے ساتھ طبعاً ایک گھبراہٹ پیدا ہونی بھی ضروری تھی کہ یہ بچہ کچھ عرصہ کا مہمان ہے۔ ایسی کیفیت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو "اے ابو ابراہیم آپ پر سلام" کہہ کر ایک طرح کی تسلی بھی دی کہ اس بچے کا آکر کم عمری میں جانا بھی موجبِ برکت و سلامتی ہوگا۔ہرچند کہ صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات ایسی الٰہی تقدیر تھی جس کے اشارے موجود تھے مگر طبعاً آپ ﷺ کو اس نرینہ اولاد کی جدائی پر گہرا صدمہ تھا۔ کچھ ایسی ہی حالت حضرت ماریہ قبطیہؓ کی اپنی اکلوتی اولاد کی جدائی پر تھی چنانچہ ان کی بہن سیرین روایت کرتی ہیں کہ صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات تھے، میں اور میری بہن حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں تو آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا مگر جب بچہ فوت ہوگیا تو آپ ﷺ نے ہمیں اونچی آواز سے رونے سے منع فرما دیا۔ حضرت ماریہؓ کی وفات نبی اکرم ﷺ کی وفات کے پانچ سال بعد محرم 16 ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُمّ المؤمنین حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شرکت کے لیے لوگوں کو خصوصیت سے اطلاع کروا کر اکٹھا کروایا اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کی تدفین جنّت البقیع میں ہوئی۔

امّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہمارے پیشوا حضرت محمد ﷺ سب سے بہترین رہنما و ہادی ہیں۔ آپ ﷺ کی پاک صحبت اور بہترین تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے اپنی زندگی میں نہ صرف تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ نمونے قائم کرکے دکھائے بلکہ نبی اکرم ﷺ کے دینی مقاصد میں ہمیشہ مدد و معاون ثابت ہوئیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث کا تعلق قریش کی شاخ بنو ہلال سے تھا۔ آپؓ کی والدہ ہند بنت عوف تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام برّہ تھا جسے آپ ﷺ نے ناپسند فرماتے ہوئے بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ جیسا کہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس تبدیلی میں بہت گہری حکمتیں ملحوظِ خاطر تھیں۔ اوّل یہ کہ برّہ نام جس کے معنی سراپا نیکی کے ہیں اظہارِ بڑائی یا تکبّر کا ذریعہ نہ بن جائے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ کی تعمیل میں کمال احتیاط مقصود تھی کہ اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہرایا کرو۔ دوسرے ایسے نام کے بے محل استعمال کو بھی اچھا شگون نہیں سمجھا جاتا تھا جیسے کوئی کہے کہ برّہ (یعنی نیکی) گھر میں نہیں ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمرو بن عمیر سے ہوئی تھی۔ ان سے طلاق کے بعد آپؓ ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے عقد میں آئیں پھر ان سے بھی علیحدگی ہوگئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کا واقعہ عمرۃ القضاء سات ہجری کے بعد کا ہے اور یہ شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری شادیوں میں سے تھی۔ روایات کے مطابق جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ حدیبیہ کے مطابق عمرۃ القضاء کے لیے تشریف لائے اسی زمانہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی بھی ہجرت حبشہ سے واپسی ہوئی تھی جن کی بیوی حضرت اسماء حضرت میمونہ کی بہن تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ میمونہ جیسی معزّز مسلمان خاتون مکہ میں خاوند سے علیحدگی کے بعد اکیلی رہ گئی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ سے مشورہ کیا کہ اگر میمونہ پسند کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے عقد کر لیں۔ حضرت جعفرؓ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے اس کا ذکر کیا اور اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ حدیبیہ کے مطابق عمرہ کے لیے مکہ میں صرف تین روز قیام کرنا تھا اور معاً بعد سرف مقام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کھولا اور حضرت میمونہ سے نکاح ہو گیا۔ مکہ میں تیسرے دن مشرکینِ مکہ کا ایک وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تین دن پورے ہو چکے ہیں اس لیے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدہ کے مطابق مکہ سے کوچ کر جانا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے میمونہ سے شادی کی ہے۔ اگر آپ اور ایک دن مزید رکنے کی اجازت دے دیں تو میں آپ سب کو دعوتِ ولیمہ میں شامل کرنا چاہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کوئی ضرورت نہیں ہے بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے مطابق مکہ خالی کر دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر تشریف لے گئے اور سرف مقام پر جا کر حضرت میمونہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا جہاں شادی اور ولیمہ کی تقریب بھی ہوئی اور اس کے اگلے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ روانہ ہو گئے۔

رسولِ کریم ﷺ اور امّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باہمی تعلق بہت ہی پیار و محبت کا تھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسولِ کریم ﷺ سے چھیالیس کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت میمونہ کی روایات سے آپ ﷺ کا ازواج کے ساتھ حسنِ سلوک کا ذکر بھی کثرت سے ملتاہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے 56 سال بعد 82 برس کی عمر میں وفات پائی اور اس وقت انہوں نے اپنے گرد کے لوگوں سے درخواست کی کہ جب میں مر جاؤں تو مکہ کے باہر ایک منزل کے فاصلہ پر اس جگہ جہاں رسول کریم ﷺ کا خیمہ تھااور جس جگہ پہلی دفعہ مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا میری قبر بنائی جائے اور اس میں مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواہش کے مطابق اسی جگہ سرف کے مقام پر ان کا مزار بنایا گیا۔

حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں جو بعثت نبوی سے دس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں جبکہ حضور ﷺ کی عمر تیس سال تھی۔ جب حضور ﷺ کو نبوت عطا ہوئی تو حضرت زینب نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بہنوں کے ساتھ ہی رسول اکرم ﷺ کی تصدیق اور قبول اسلام کی سعادت پائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی تجویز پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی تقریبا دس سال کی عمر میں اپنے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ کردی گئی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حقیقی بہن ہالہ کے بیٹے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو قریش کی مخالفت اوران کے ڈرانے دھمکانے پر حضوراکرم ﷺ کی دوصاحبزادیوں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے خاوندوں نے نکاح کے بعد رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی۔ لیکن ابوالعاص نے جرات اوردلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وفا کا دامن نہ چھوڑا حضوراکرم ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینے سے انکار کردیا۔ قریش نے ابوالعاص کولالچ دیا کہ اگر آپ حضرت محمد ﷺ کی بیٹی کو چھوڑدیں تو جو لڑکی بھی آپ پسند کریں گے ہم اس سے تمہاری شادی کردیں گے۔ لیکن اس کے باوجود نیک دل، جرأت منداوروفاشعار ابوالعاص نے حضرت زینب کو طلاق دینے سے انکار کردیا۔ حضوراکرم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق فرمایا کہ یہ میری

بیٹیوں میں سے سب سے افضل ہے۔ کیونکہ اس کو میری وجہ سے تکلیفیں پہنچی ہیں۔ جنگ بدر کے بعد جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی آزادی کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوالعاص کی آزادی کے لیے بطور فدیہ حضرت خدیجہ کا وہ ہار بھیجا جو حضرت زینب کو پہنا کے ابوالعاص کے گھر رخصت کیا گیا تھا۔ جو ایک بیٹی کے لیے ماں کی نشانی تھی۔وہ ہار دیکھ کر حضرت محمد ﷺ پر سخت رقت طاری ہوگئی۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب کی راہ ہجرت ہموار کرنے کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اگر تم پسند کرو تو ابوالعاص کے فدیہ میں آیا ہوا مال واپس کر دو۔ صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بخوشی ایسا کیا۔ حضرت محمد ﷺ نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ بھیج دیں گے۔ جب جنگ بدر کے ایک ماہ بعد ابوالعاص مکہ واپس آئے تو ان حالات میں ابوسفیان کی بیوی ہند حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طعنہ دیتی تھی کہ یہ سب مصیبتیں تمہارے باپ کی وجہ سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس اذیت ناک حالت کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم حضرت زینب کو میرے پاس لاسکتے ہو؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخوشی مکہ روانہ ہوگئے۔ جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک آنحضرت کا سندیسہ پہنچا دیا تو اس سے اگلی رات ابوالعاص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کے نکلے اور یاجج مقام پر انہیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ روانہ کرکے واپس مکہ آگئے اس طرح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مقدس والد حضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچ گئیں۔

جب سن 6 ہجری میں ابوالعاص اپنا اور قریش کا مال لے کر شام سے واپس آرہے تھے تو رسول اکرم ﷺ کے بھیجے گئے ایک دستہ سے ان کی مڈھ بھیر ہوگئی۔ انہوں نے اس تجارتی قافلہ کا سارا مال چھین کر انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا ابوالعاص اپنا مال واپس لینے کی درخواست لے کر مدینہ پہنچے تورات کا وقت تھا وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پناہ کے طالب ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں پناہ دے دی۔ اگلی صبح حضرت محمد ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ابوالعاص کی رہائش کا اچھا انتظام کرو لیکن وہ ہرگز تمہاری خلوت میں نہ آئے تم بحیثیت مسلمان اب اس کے لیے حلال نہیں۔ اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش پر آنحضرت ﷺ نے ان کا مال واپس کر دیا۔ جسے لے کر وہ مکہ چلے گئے اور قریش کا مال ان کے سپرد کر کے مدینہ واپس آگئے اور اسلام قبول کر لیا۔ ابوالعاص کے اپنے دین پر قائم رہنے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبول اسلام سے ان کے رشتہ ازدواج میں جو روک پیدا ہوئی تھی وہ ابوالعاص کے قبول اسلام سے دور ہوگئی۔ حضرت زینب کی اولاد میں دو تین بچوں کا ذکر ملتا ہے جو کم سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ ایک بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوئی۔

حضرت زینب کی وفات پر آپ ﷺ ان کی قبر میں اترے اس وقت آپ ﷺ بہت غم زدہ تھے۔ جب آپ ﷺ قبر سے باہر نکلے تو غم کا بوجھ کچھ ہلکہ تھا۔ فرمایا کہ میں نے زینب کے ضعف کے لحاظ سے اللہ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ اس کی قبر کی تنگی اور غم کو ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور اس کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے زینب کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ جن کے بلند مقام کا اندازہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "فاطمہ بہشت میں جانے والی عورتوں اور ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔" نیز فرمایا کہ "فاطمہ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور آپ کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ معظمہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی کے پہلے سال ہوئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بچپن سے ہی نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کم سنی میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ شفیق باپ کے زیر سایہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی شروع ہوئی تو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جانے والی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینک دی جاتی تو کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد کے جسم مبارک کو پتھروں سے لہولہان ہوتا دیکھنے کی اذیت سے دوچار ہوتیں۔ مگر اس کم سنی کے عالم میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نڈر ہو کر اپنے بزرگ باپ کی مددگار بنی رہیں۔

ایک مرتبہ کسی بدبخت نے آپ ﷺ کے سر پر خاک ڈال دی۔ جب رسول کریم ﷺ گھر تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کا مٹی بھرا سر دھوتی جاتیں اور ساتھ ساتھ روتی جاتی تھیں۔رسول اکرم ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بیٹی! رونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔سنہ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی درخواست کی جسے حضور ﷺ نے بخوشی قبول فرمایا۔ اس بابرکت نکاح کا اعلان خود رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس میں مہاجرین اور انصار کے بزرگ شامل ہوئے۔ خطبہ کے بعد آنحضور ﷺ نے چھوہارے تقسیم کروائے اور اس سرور کائنات نے نہایت ہی سادگی سے اپنی بیٹی کو رخصت کیا۔ ضرورت کی چند گھریلو چیزیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی گئیں ان میں کمبل، تکیہ، چارپائی، بستر، چادر، آٹا پیسنے کی چکی، چھانی، مشکیزہ، پیالہ اور دو گھڑے شامل تھے۔ یہ تھی بوقت شادی سرکار دوعالم ﷺ کی بیٹی کی کل کائنات۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی بھی بہت درویشانہ تھی۔ دعوت ولیمہ تک کے لیے کچھ انتظام نہ تھا۔ چنانچہ جنگل سے گھاس کاٹ کر شہر کے سناروں کو بیچ کر ولیمے کے لیے رقم اکھٹی کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جب یہ بھی ممکن نہ ہوسکا تو خود رسول اکرم ﷺ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اعانت سے پروقار ولیمہ کی تقریب ممکن ہوئی۔ جو کھجور، منعقہ، جو کی روٹی، پنیر اور شوربے کی دعوت تھی۔ اس زمانے کے اقتصادی حالات، غربت اور سادگی کا اندازہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس زمانے میں اس دعوتِ ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہ ہوا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم ﷺ کے سایہ محبت میں پروان چڑھیں آپ ﷺ کی محبت بھری تربیت کا ہی اثر تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بھی آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت کا رنگ نظر آتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے چال ڈھال، طوراطوار اور گفتگو میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہاسے بڑھ کر آنحضور ﷺ کے مشابہہ کوئی نہیں دیکھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے اور محبت سے ان کا ہاتھ تھام لیتے اور اسے بوسہ دیتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ساتھ بٹھالیتے تھے۔ اور جب آنحضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی احترام میں کھڑی ہو جاتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ تھام کر اسے بوسہ دیتیں اور آنحضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتیں۔ رسول اکرم ﷺ مدینہ سے روانہ ہوتے وقت سب سے آخر میں اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مل کر جاتے اور واپسی پر مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاسے ہی آکر ملتے۔ آپ ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاسے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے رسول کو ایذا دی۔

جہاں حضرت محمد ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاسے بے پناہ محبت تھی وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دلی محبت کے جذبہ سے اپنے مقدس والد کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں اور حتی الوسع ان کی خدمت کی توفیق پاتیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے غزوات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوکر آپ ﷺ کی خدمت کی توفیق پائی۔ جنگ اُحد میں

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی اور لہولہان ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی مرہم پٹی کی۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا کہ کسی روز ہم رسول کریم ﷺ کو اپنے ہاں دعوت پر بلاتے ہیں تاکہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور ﷺ کو کھانے پر بلا لیا جب آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنا قدم مبارک چوکھٹ پر رکھا تو آپ ﷺ کی نظر گھر کے ایک کونے میں تصویروں والے پردے پر پڑی، جسے دیکھتے ہی آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ جا کر پتہ کریں کہ حضور ﷺ کس وجہ سے واپس تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس چیز نے آپ ﷺ کو واپس لوٹا دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے یا کسی اور نبی کے لیے کسی ایسے گھر میں داخل ہونا مناسب نہیں جہاں تصویروں والے نقش و نگار ہوں۔ اس واقعہ سے رسول کریم ﷺ کے اس حسن تربیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے جس کا آپ ﷺ اپنی اولاد کے لیے خیال رکھتے تھے۔ سن 10 ہجری میں آنحضرت ﷺ کے وصال سے ایک روز قبل آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا بھیجا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں کچھ بات فرمائی۔ جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ پھر آپ ﷺ نے بلا کر کان میں کچھ کہا جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا تو

انہوں نے بتایا کہ پہلی دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملو گی تو میں ہنسنے لگی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے پانچ اولادیں عطا فرمائیں جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ شادی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف نو برس زندہ رہیں۔ اس نو برس میں شادی کے دوسرے سال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور تیسرے سال حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر غالبا پانچویں سال حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ساتویں سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا نویں سال حضرت محسن بطنِ مادر میں ہی فوت ہوگئے۔ اس جسمانی صدمہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جانبر نہ ہو سکیں۔ اس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد بزرگوار رسولِ خدا ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی تین رمضان سن ۱۰ ہجری میں اکیس، بائیس برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پا گئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت اُمِّ کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ

حضرت اُمِّ کلثومؓ حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ سے چھوٹی اور حضرت فاطمہؓ سے بڑی تھیں۔ آپؓ کی ولادت بعثت نبوی سے قبل ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ ہی رسول کریم ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے اسلام قبول کیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ابو لہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ابو لہب اور ام جمیل نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو مجبور کیا کہ چونکہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اب بے دین ہو گئیں ہیں اس لیے تم انہیں طلاق دے دو۔ اس لیے آپ دونوں بہنوں کو رخصتی سے قبل ہی طلاق ہو گئی۔ آنحضور ﷺ کے لیے یہ وقت بہت کٹھن تھا جب آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق دے دی گئی، قبیلہ والوں نے قطع تعلق کر لیا اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والوں پر پے در پے مظالم کیے گئے۔ انہی حالات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حبشہ ہجرت کا حکم ملا۔ حضرت ابو ھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ وحی الہٰی کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد کے دروازے پر ملے اور فرمایا "اے عثمان! یہ جبرائیل ہے جس نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کے برابر اور انہی جیسی مصاحبت پر کر دیا ہے۔" یوں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی سن ۳ ہجری میں حضرت عثمانؓ سے ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کی تو آپ ﷺ نے حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میری بیٹی کو تیار کر دو اور اسے دلہن بنا کر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے جاؤ۔ اور اس کے آگے دف بجاتی جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ نبی اکرم ﷺ شادی کے تیسرے دن ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا اوران کے شوہر کا حال پوچھا اور فرمایا کہ تو نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ آپؓ نے عرض کی کہ بہترین شوہر۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا امر واقعہ یہ ہے کہ تمہارے میاں لوگوں میں سے سب سے زیادہ آپ کے جد امجد ابراہیمؑ اور تمہارے باپ محمد ﷺ سے مماثلت رکھتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے شادی کے بعد آنحضور ﷺ کی اس صاحبزادی کا بھی خاص خیال رکھا۔ اوران کے لیے باعزت لباس وطعام کا انتظام کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دس سال کی عمر سے رسول اللہ ﷺ کے گھر خادم تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ریشم کی دھاری دار چادر پہنے دیکھا۔ حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی شعبان ۹ ہجری میں فوت ہوئیں۔ آپؓ کی نماز جنازہ آنحضرت ﷺ نے خود پڑھائی اور جب حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قبر میں اتارا گیا تو آپ ﷺ نے یہ قرآنی آیت تلاوت فرمائی۔ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى (طٰہٰ: 56) یعنی اس سے ہی ہم نے تم کو پیدا کیا اور اس میں تمہیں دوبارہ لٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ تمہیں نکالیں گے۔ آپؓ کی تدفین مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں آپؓ کا مرقد ہے جو غالب قیاس کے مطابق جنت البقیع کے قبرستان میں ہے۔

حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں میں دوسرے نمبر پر تھیں جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سال چھوٹی تھیں۔ آپ امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے دعویٰ نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ کی عمر 33 برس تھی۔ رسول اکرم ﷺ کے دعویٰ نبوت سے قبل ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا تھا۔لیکن دعویٰ نبوت کے بعد جب آیت تبت یدا آبی لھب وتب نازل ہوئی تو ابو لہب نے اپنے بیٹے سے کہا اگر تم نے اس (محمد ﷺ) کی بیٹی کو طلاق نہ دی، تو اپنے باپ کا بیٹا نہیں۔ چنانچہ اس نے رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی۔اللہ تعالیٰ نے اس کا نعم البدل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں عطا کیا۔چنانچہ الہٰی منشا کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردی۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ابتدائی سالوں میں اسلام قبول کیا۔

نبوت کے پانچویں سال جب کفار مکہ کے مظالم کی وجہ سے پہلی ہجرت ہجرت حبشہ کا واقعہ پیش آیا تو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک سفر تھیں۔

رسول اکرم ﷺ کو طبعاً اس جدائی کی وجہ سے دل پر بڑا بوجھ تھا اور فکر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ حبشہ سے آنے والوں سے اپنی بیٹی اور داماد کے حال دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ہجرت حبشہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو مصائب برداشت کرنے پڑے، اس میں ایک بڑا صدمہ یہ پیش آیا کہ آپ کا ایک بچہ اسقاط حمل سے ضائع ہوگیا اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک اور صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے لیکن وہ بھی کم عمری میں ہی فوت ہوگئے۔ ان کی عمر دو سال تھی جب ایک مرغ نے ان کے چہرے پر چونچ مار کر ان کا چہرہ زخمی کر دیا تھا اور اسی زخم کے بگڑ جانے سے ان کی وفات ہوگئی تھی۔ ان کا جنازہ رسول اکرم ﷺ نے پڑھایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ان کی قبر میں اُترے۔ اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حبشہ میں ایک عرصہ رہنے کے بعد جب دونوں مکہ واپس لوٹے تو رسولِ کریم ﷺ مدینہ ہجرت فرما چکے تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اہل وعیال ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔

نبی کریم ﷺ کو اپنی بیٹی سے بہت پیار تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گھریلو کاموں کے لیے اپنی ایک خادمہ، اُم عیّاش نامی عطا فرمائی تھی۔ جو ان کے ساتھ ہی رخصتی کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نبی کریم ﷺ کا اُسامہ بن زید کے ذریعہ تحفے تحائف بھجوانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے ابتدائی زمانہ کے اپنے بچپن کا یہ

واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم ﷺ نے میرے ہاتھ ایک طشت دے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا۔ جس میں کچھ گوشت تھا۔ جب میں ان کے گھر پہنچا تو وہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں نے ان دونوں جیسا خوب صورت جوڑا اور کوئی نہیں دیکھا۔ کبھی میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ کی طرف دیکھتا اور کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف۔ جب میں حضور ﷺ کے پاس واپس آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے مل آئے ہو؟ میں نے کہا کہ جی۔ فرمایا کہ کیا تو نے ان سے زیادہ حسین جوڑا دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں! پھر بتایا کہ یا رسول اللہ میں کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ دو ہجری میں غزوہ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کی خاطر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ صرف غزوہ بدر سے رخصت عطا فرمائی بلکہ اس مخلصانہ خدمت اور جنگ بدر میں ان کے معصّم ارادہ شرکت باعث اموال غنیمت سے انہیں حصّہ بھی دیا۔ رسول کریم ﷺ ابھی بدر کے محاذ پر ہی تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تکلیف مزید بڑھ گئی اور انہوں نے اکیس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اپنی لختِ جگر کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ مغموم ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ غزوہ بدر کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے لیکن غزوہ بدر سے مدینہ تشریف لا کر حضور ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب

رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر حاضر ہوئیں تو وہ بھی آبدیدہ تھیں۔ آنجناب ﷺ نے ان کو تسلی دی اور آنسو پونچھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تدفین کے بارہ میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔ تاہم قرینِ قیاس یہی ہے کہ جنت البقیع میں دیگر اہل بیت کے ساتھ تدفین ہوئی۔

حوالہ جات:

https://www.alislam.org/urdu/books/

کتب سلسلہ۔ کتب لجنہ اماء اللہ

کتب سلسلہ۔ کتب مجلس انصار اللہ

کتاب از اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ناروے